لانبی بعدی ز احسان خدا است
پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است
(اقبال)

المنتہیٰ

1

اپریل تا جون 2017ء

مرتبہ

غلام دستگیر فاروقی

CS CamScanner

اپریل تا جون 2017ء

المنتہیٰ

زیر سرپرستی،
یادگار اسلاف پیر طریقت
حافظ محمد قاسم علی ساقی زید مجدہ

مفتی غلام مرتضیٰ ساقی

مرتب

غلام دستگیر فاروقی

مجلس مشاورت

نعیم احمد سلطانی، مجید احمد نوری
اکرام اللہ صدیقی، نوید اشتیاق
علی رضا فیض، حافظ رحمت علی

- خاتم المرسلین ﷺ
- آداب بارگاہ رسالت ﷺ
- مسلمانوں اور قادیانیوں کے قبرستان پر سائنسی رپورٹ

معاونین خصوصی

حافظ محمد صابر قادری،
حافظ محمد آصف قادری

مقام اشاعت

آستانہ چشتیہ خیریہ، جلالپور (شکرگڑھ)

0306-2585703 0308-4597382
farooqi4155@hotlook.com

تعداد: 1000

خاتم المرسلین ﷺ

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

"نہیں ہیں محمد ﷺ (فداہُ روحی) کسی کے باپ، تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔" [سورۃ الاحزاب: ۴۰]

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جب حریم نبوت میں رونق افروز ہوئیں تو بہتان تراشی کے جس طوفان کا اندیشہ تھا وہ امڈ کر آ گیا اور بد باطن یہودیوں اور منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو اپنے بیٹے کی بیوی کو اپنی زوجہ بنا لیا۔ کبھی ایسا اندھیر بھی ہوا تھا، جیسے انہوں نے کر دکھایا۔ چلو ہمارے رسم ورواج کو تو رہنے دو، وہ خود بھی آج تک یہی بتاتے رہے کہ بیٹے کی بیوی سے باپ نکاح نہیں کرسکتا، اب پھر خود اپنے بیٹے زید کی مطلقہ اہلیہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

ان کی اس ہرزہ سرائی کو قرآن حکیم نے اس ایک جملہ سے ختم کر کے رکھ دیا کہ تم میں سے حضور ﷺ کسی مرد کے باپ نہیں۔ جب باپ نہیں تو زید بیٹا کیسے بن گیا۔ وہ تو اپنے باپ حارثہ کا بیٹا ہے۔ تمہارا یہ اعتراض محض تمہارے خبث باطن کی پیداوار ہے حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اس آیت میں باپ ہونے کی نفی کی اور اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کا اعلان فرما دیا۔ بے شک باپ اپنی اولاد پر بڑا مہربان اور شفیق ہوتا ہے لیکن رسول کو جو قلبی تعلق اپنی امت کے ہر ہر فرد سے ہوتا ہے اور جو لطف وکرم وہ فرماتا ہے اس کے مقابلے میں باپ کی ساری شفقتیں ہیچ ہیں۔ باپ کی مہربانیاں، اولاد کی جسمانی اور مادی دنیا تک محدود ہوتی ہیں۔ رسول کی نگاہِ کرم سے امتی کا جسم اور روح، ظاہر اور باطن، دل اور عقل سب فیضیاب ہوتے ہیں۔ باپ کی شفقتیں، روز حشر کسی کام نہیں آئیں گی۔ بلکہ سارے دنیاوی رشتے اس دن ٹوٹ جائیں گے۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيهِ ۝

[سورہ عبس: ۳۴ تا ۳۶]

جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔

لیکن رسول اکرم ﷺ کے لطف وعنایت سے دنیا اور آخرت دونوں میں اسی کا امتی شاد کام ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں حضور اکرم ﷺ کی نہایت شفقت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو حضور اکرم ﷺ اتنی تندہی سے امت کے سامنے دین اسلام کے سارے گوشے آشکار کرنے کی شاید زحمت نہ فرماتے۔

لیکن اب جبکہ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور حضور اکرم ﷺ ہی اس سلسلہ ذہبیہ کی آخری کڑی ہیں تو آپ ﷺ کی محبت، اور الفت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی چیز بھی ادھوری نہ رہنے دی جائے۔ ساری بُری رسموں کا قلع قمع کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر باطل کا کوئی پہلو اصلاح سے محروم رہا تو پھر اس کی اصلاح ممکن نہیں ہوگی اور اگر دور جاہلیت کی قبیح رسموں کو مٹایا نہ گیا تو پھر ایسی ہستی پیدا ہی نہیں ہوگی جو ان کو مٹا سکے۔ اتنی محبوبیت اتنی جامعیت اور اتنا تقدس کہاں پایا جائے گا، تاکہ دنیا اس کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر امت کا اجماع رہا ہے۔ اگر چہ بدقسمتی سے امتِ اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن وسکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ وفساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا۔ لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس پر متفق رہے کہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مرتد قرار دے دیا گیا اور اس کے خلاف علمِ جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔ مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پرواہ کیے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بیشک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظِ قرآن اور جلیل المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نورِ صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر ذرا

تساہل برتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں نہیں سینکڑوں اُمتوں میں بٹ جائے گی۔ ہر اُمت کا اپنا نبی ہوگا اور وہ اسی کی شریعت اور سنت کو اپنائے گی۔ اس طرح اس رحمت للعالمین ﷺ کے زیر سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی اور اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۔ کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔
یہاں یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ مسیلمہ حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا بلکہ اپنے دعوئ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور اکرم ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا۔ چنانچہ حضور اکرم خاتم الانبیاء والرسل ﷺ کی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں اس نے جو عریضہ ارسال خدمت کیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں: من مسیلمۃ رسول اللّٰہ الی محمد رسول اللّٰہ ﷺ۔ کہ یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مروّج تھی اس میں اشہدان محمداً رسول اللّٰہ۔ بھی کہا جاتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصلِ جہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔
اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سرپھرے، طالع آزما یا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔

انگریز کی غلامی کے دور میں ملت اسلامیہ کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا، اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا، اس کے باوجود انگریز کا پرلے درجے کا وفادار تھا۔ ملکۂ انگلستان کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام کے خلاف دشمنی اظہر من الشمس ہے جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹا۔ سلطنتِ عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا

ہے۔انگریز نے اس نبوت کو اپنی سنگینوں کے سایہ میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لیے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیے۔ ہر مرزائی کے لیے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ بے شک وہ شخص عیسائیت کے خلاف لکھتا اور بولتا تھا لیکن انگریز نے اس کے ذریعہ امتِ مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے اور ان کے متفقہ علیہ بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص عیسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے۔ اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ عیسائیوں کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دلجمعی سے انجام دے سکتا تھا، اگر وہ عیسائیوں کے خلاف کچھ نہ کرتا تو کوئی آدمی اس کی بات سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

مرزا غلام احمد کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزائی مبلغ اسلامی ممالک میں گئے، وہاں ان کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کئی ممالک میں تو انہیں مرتد قرار دے کر توپ سے اُڑا دیا گیا۔ عالم اسلام کے تمام علماء نے بالاتفاق مدعی نبوت کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔

یہ عرض کرنے کا مقصد صرف اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر گوناگوں اختلافات کے باوجود تیرہ صدیوں تک امت کا کلی اتفاق اور قطعی اجماع رہا ہے۔

جس طرح ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید، قیامت، حضور اکرم ﷺ کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں اس طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لیے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث و تمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا نے جس کی جرأت آج تک کسی کو بھی نہیں ہوئی تھی، اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر شرح و بسط سے لکھا جائے تا کہ حضور اکرم ﷺ کا امتی کسی غلط فہمی کے باعث اپنے آقائے کریم ﷺ سے کٹ کر نہ رہ جائے۔ رہے وہ لوگ جو شکم کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کے حصول کی خاطر اپنا دین بدلنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے کمال ہوشمندی

سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ ہمیں ان کے لیے ملول نہیں ہونا چاہیے، نہ ایسے ابن الوقتوں کی خدا کو ضرورت ہے اور نہ اس کے رسول ﷺ کو۔

ہمارا دعویٰ بلکہ ہمارا غیر متزلزل عقیدہ اور ایمان یہ ہے:

حضور اکرم سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔
حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو بد بخت اس کے دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لیے مقرر فرمائی ہے۔

اس عقیدے کو ثابت کرنے کے ہم ایسے دلائل پیش کریں گے جو قطعی اور یقینی ہیں اور جن میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ سب سے پہلے ہم قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں: ارشاد خداوندی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا [الاحزاب:۴۰]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا اسم گرامی لے کر فرمایا ہے کہ محمد [فداك ابی و امی] اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں اور خاتم النّبیین ﷺ ہیں، یعنی انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کو مکمل کرنے والے ہیں۔ جب مولائے کریم جو بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم ہے نے یہ فرمایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں علیہم السلام کی تکمیل کرنے والے اور آخری نبی ہیں تو حضور اکرم ﷺ کے بعد جس نے کسی کو نبی مانا، اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکذیب کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی بھی ارشاد کو جھٹلاتا ہے وہ مسلمان نہیں رہتا۔

خاتم النّبیین کا جو معنی یہاں کیا گیا ہے اہل لغت نے یہی لکھا ہے۔ اس وقت میرے پاس علم لغت کی دوسری کتب کے علاوہ الصحاح للجوہری اور لسان العرب لابن منظور موجود ہیں جن کا شمار لغتِ عرب کی امہات الکتب میں ہوتا ہے۔ آیئے ان کے مطالعہ سے اس لفظ کی تحقیق کریں۔ ایک چیز پیش نظر رہے کہ صحاح کے مؤلف علامہ حماد بن اسمٰعیل الجوہری کا سن ولادت ۳۳۲ھ اور سالِ وفات ۳۹۳ھ یا ۳۹۸ھ ہے اور لسان العرب

کے مؤلف علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری کا سنِ ولادت ۶۳۰ھ ہے اور سالِ وفات ۷۱۱ھ ہے۔ یہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فتنۂ انکارِ نبوت سے صدہا سال پہلے یہ کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے مذہبی تعصب یا ذاتی عقیدہ کے باعث یہ لکھا ہے تاکہ ان کا قول حجت نہ رہے بلکہ ان کی نگارشات اور ان کی تحقیقات اہلِ لغت کے اقوال کے عین مطابق ہیں۔

پہلے صحاح کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

ختم اللّٰہ له بخیر۔ ''خدا اس کا خاتمہ بالخیر کرے''

و ختمت القران بلغت اخرہٗ۔ ''یعنی میں نے قرآن آخر تک پڑھ لیا۔''

ختمت الشی ء نقیض افتتحته: ''افتتاح کی نقیض اختتام ہے۔''

والخاتم والخاتم بکسر التاء و فتحھا والختام والخاتام کلهٗ بمعنی و خاتمة الشیء آخرہ، یعنی خاتم، خاتم، ختام، خاتام:

سب کا ایک ہی معنی ہے اور کسی چیز کے آخر کو خاتمة الشیء کہتے ہیں۔

محمد ﷺ خاتم الانبیاء علیھم الصلوٰة والسلام:

اور محمد ﷺ تمام نبیوں سے آخر میں تشریف لے آئے۔

علامہ ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں:

ختام الوادی، اقصاهٗ و ختام القومو خاتمھم و خاتمھم، آخرھم و محمد ﷺ خاتم الانبیاء علیه و علیھم الصلوٰة والسلام

وادی کے آخری کونہ کو ختام الوادی کہتے ہیں۔ قوم کے آخری فرد کو ختام خاتَم اور خاتِم کہا جاتا ہے، اسی مناسب سے حضور اکرم ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے۔

لسان العرب میں التہذیب کے حوالہ سے لکھا ہے:

والخاتم والخاتم من اسماء النبی ﷺ و فی التنزیل العزیز

و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین ای آخرھم و من اسمائہ
العاقب ایضًا و معناہ آخر الانبیاء
یعنی خاتم اور خاتَم نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہیں قرآن
مجید میں ہے
وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ
یعنی سب سے پیچھے آنے والے

اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسماء میں سے العاقب بھی ہے اس کا معنی آخرالانبیاء ہے۔

اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خاتم کی تا پر زیر ہو یا زبر اس کا معنی ''آخری'' ہے۔اس کے معنی کی تائید کے لیے اہل لغت نے ایک دوسری آیت سے استدلال کیا ہے:

و ختامہ مسک ای آخرہٗ مسک
یعنی اہل جنت کو جو مشروب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انہیں کستوری
کی خوشبو آئے گی۔

ختم نبوت کے منکرین اس موقع پر یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ خاتم کا جو معنی آپ نے کیا ہے (آخری) وہ یہاں مراد نہیں بلکہ اس کا دوسرا معنی مراد ہے اور یہ معنی بھی ان لغت کی کتابوں میں موجود ہے جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔ جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں، تو وہاں ایک معنی مراد لینے پر بضد ہونا اور دوسرے معنی کو ترک کر دینا تحقیق حق کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم بھی اس آیت کو مانتے ہیں اور اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں گھڑتے کہ ہم پر تحریفِ قرآن کا الزام لگایا جائے بلکہ لُغتِ عرب کے مطابق ہی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ کسی کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔

صحاح اور لسان العرب دونوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مذکور ہے۔ آیت کا یہی معنی ابلغ اور شانِ رسالت کے شایان ہے کہ حضور اکرم ﷺ انبیاء علیہم السلام پر مہر لگانے والے ہیں۔ جس پر حضور اکرم ﷺ نے مہر لگا دی وہ نبوت کے شرف سے مشرف ہو گا اور وہ جس پر مہر نہ لگائی وہ نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔

ازالہ اس کے متعلق گزارش ہے کہ بے شک لغت کی کتابوں میں خاتم
کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مرقوم ہے۔ لیکن انہوں نے تصریح کر دی
ہے کہ مذکورہ آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے۔ یہاں فقط

یہی معنی مراد ہے اور یہ لوگ اگر مُصر ہوں کہ یہاں خاتم کا دوسرا معنی مراد ہے تو اس سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کرتے ہوئے غور و تدبر سے کام نہیں لیا۔ انہوں نے مہر سے مراد ڈاک خانہ کی مہر یا کسی افسر کی مہر سمجھی ہے کہ لفافہ یا کارڈ پر مہر ٹھپہ لگایا اور آگے بھیج دیا یا کسی کی درخواست پر اپنی مہر ثبت کی اور اسے مناسب کاروائی کے لیے متعلقہ دفتر روانہ کر دیا۔ حالانکہ مہر کا جو مفہوم اہل لغت نے لیا ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ کاش انہیں بے بجا تعصب اس امر کی اجازت دیتا کہ وہ آئمہ لغت کی عبارتوں میں غور کرتے۔

آئیے!! ہم آپ کی خدمت میں عبارتیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں۔

لسان العرب میں ہے:

ختمه يختمه ختمًا و ختامًا۔ طبعهٗ فهو مختوم و مختم شدد للمبالغة

یعنی ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگا دی جائے اس کو مختوم اور مبالغہ کے طور پر مُخَتِّم کہتے ہیں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

و معنى خَتَم و طبع فى اللغته واحد وهو التغطيه على الشى و الاشتيشاق عن ان لايدخله شىء كما قال جل و علا۔ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۔

اس عبارت کا ترجمہ ذرا غور سے سنیے یعنی ختم اور طبع کا لغت میں ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے بند کر دینا کہ اس میں باہر سے کسی چیز کے داخلہ کا امکان ہی نہ ہو۔

[سورۃ محمد، پارہ ۲۶ آیت: ۹]

پہلے زمانے میں خلفاء، امراء، سلاطین وغیرہ اپنے خطوط کو لکھنے کے بعد کسی کاغذ کے لفافہ اور کپڑے کی تھیلی میں رکھ کر سر بمہر کر دیتے کہ جو کچھ لکھا جا چکا اب اس کو سر بمہر کر دیا گیا ہے۔ تاکہ اس مہر کی موجودگی میں

CS CamScanner

اس میں کوئی ردّوبدل نہ کردے۔ اگر کوئی ردّوبدل کرے گا، تو وہ پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا۔ اس پر احکام سلطانی میں تغیر وتبدل کرنے اور امانت میں خیانت کرنے کے سنگین الزامات میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس صورت میں خاتم النبیین کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہوگیا اور اس پر مہر لگادی گئی تاکہ کوئی کذاب، دجال اس میں داخل نہ ہوسکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس زمرہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

قرآن کریم کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں عربی زبان کی لُغت سے بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں بھی قول اور حرفِ آخر حضور اکرم ﷺ کی بیان کردہ تشریح ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ارشاد فرماتے ہیں۔

آئیے اب احادیث نبویہ کا بغور مطالعہ کریں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ حضور اکرم ﷺ خاتم الانبیاء نے ''خاتم النبیین'' کے کلمات کا کیا مفہوم بیان فرمایا ہے۔

خاتم النّبیین کے معنی کی وضاحت کے لیے بے شمار صحیح احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں۔ سب کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں فقط چند احادیث یہاں تحریر کی جاتی ہیں۔ جن کے دلوں میں ہدایت کی سچی طلب ہوگی۔ مولا کریم اپنے حبیب خاتم المرسلین ﷺ کے طفیل ہدایت کی راہیں ان کے لیے کھول دے گا اور اس کی توفیق ان کی دستگیری کرے گی۔ [احادیث کے عربی متن کے لیے تفسیر ضیاء القرآن ملاحظہ فرمائیے]

حدیث نمبر ➊

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی۔ لوگ اس عمارت کے

اردگرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے مگر ساتھ ہی یہ بھی
کہتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی، تو وہ اینٹ میں ہوں اور
میں خاتم النّبیین ہوں۔ [بخاری کتاب المناقب باب خاتم النّبیین ﷺ]

اگر آپ اس ایک حدیث میں غور کریں گے تو بلاغتِ نبوی کے اعجاز کا آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کی ایک ہی صورت ہے کہ پہلی اینٹوں میں سے کوئی اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کرائی ہوئی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔

حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قصرِ نبوت مکمل ہو گیا۔ اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں۔ بجز اس کے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکالا جائے اور مرزا قادیانی کے لیے جگہ بنائی جائے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو گوارا کرے گی۔ قصرِ نبوت کی اس توڑ پھوڑ کو کیا اللہ تعالیٰ کی غیرت برداشت کرے گی؟ ہرگز نہیں۔

یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم نے کتاب الفضائل باب خاتم النّبیین میں اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲

رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

مجھے چھ باتوں میں انبیاء کرام ﷺ پر فضیلت دی گئی:

1. مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا۔ یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحر بے پیدا کرنا۔
2. رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی۔
3. میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔
4. میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمّم کی اجازت دی گئی۔
5. مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول ﷺ بنایا گیا
6. میری ذات سے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ [صحیح مسلم، کتاب المساجد: ترمذی، کتاب السیر]

حدیث نمبر ۳

حضرت انس ابنِ مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ ہی کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔ [ترمذی، ابواب الرؤیا]

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا اس باطل دعویٰ کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور الحاد ہے۔

حدیث نمبر ۴

حضور اکرم و رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ وہ ضرور تمہارے اندر ہی نکلے گا۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

حدیث نمبر ۵

امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے:

اگر میرے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی ہوتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے عنوان کے نیچے یہ عنوان نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو مدینہ ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کچھ پریشان ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ [مسلم، کتاب فضائل الصحابہ]

CS CamScanner

آخر میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے اور اس کے ذکر پر احادیث کی نقل کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۷

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت میں تیس (۳۰) کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ [ابوداؤد کتاب الفتن]

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۷۴ھ

متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول کریم ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تاکہ ساری دنیا جان لے جو شخص بھی حضور اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا، کذاب ہے، دجال ہے، گمراہ ہے، اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر]

علامہ ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۵ھ

اپنی تفسیر بحرِ محیط میں رقمطراز ہیں:

جس شخص کا یہ نظریہ ہو کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور اسے اب بھی حاصل کیا جاسکتا ہے یا جس کا عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے وہ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ آج تک جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں بھی فقراء میں سے ایک شخص نے شہر مالقہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو اندلس کے بادشاہ نے غرناطہ میں اس کا سر قلم کر دیا اور اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دیا، وہ اسی حالت میں لٹکا رہا، یہاں تک کہ اس کا گوشت گل کر گر پڑا۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۰ھ

روح المعانی میں لکھتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح

قران وسنت نے کی ہے۔ جس پر امت کا اجماع ہے پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مُصِر رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

ان مذکورہ بالا اقتباسات سے امت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع ثابت ہو گیا اور ہر زمانے کے علماء نے مدعی نبوت کو گردن زدنی قرار دیا۔ آخر میں ہم ختم نبوت پر عقلی دلائل پیش کرتے ہیں۔

ختم نبوت کے عقلی دلائل

جب حضور اکرم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ جب حضور اکرم ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے، جب سرورِ عالم ﷺ کی سنتِ مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح و توضیح کر رہی ہے، جب کہ شریعتِ اسلامیہ روزِ اوّل کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [المائدہ:۳]

تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ آفتاب محمدی ﷺ طلوع ہو چکا۔ عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے۔ تو پھر دن کے اُجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً دانشمندی نہیں ہے۔

مزید غور فرمائیے! نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا۔ جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے کوئی کتنا نیک، پاکباز، پارسا اور عالِم باعمل ہو، اگر وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا اور کفار و منکرین کے زمرہ میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔

اب ذرا عملی دنیا میں مرزا قادیانی کی آمد کا جائزہ لیجیے

مسلمانوں کی تعداد کم سے کم اعداد و شمار کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد (اب تو اس سے زائد ہو گی) ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کو اللہ کا کلام

یقین کرتے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے ہیں۔ قیامت کی آمد کے قائل ہیں۔ عملی طور پر غافل و کاہل سہی لیکن احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کے برحق ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ ضروریات دین میں سے ہر چیز پر ان کا ایمان ہے اور اس امت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگان خدا بھی ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو شریعت پر پوری طرح کار بند، عبادت کے سختی سے پابند رہے ہیں۔ ان کے اخلاص وللّٰہیت پر فرشتے رشک کرتے ہیں اور ان کے کارہائے نمایاں پر خود ان کے خالق کو ناز ہے۔

اسی پاک امت میں آ کر مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کی آمد سے پہلے تو یہ سارے کے سارے مسلمان تھے۔ چلو بعض میں عملی کوتاہیاں ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن کم از کم نعمتِ ایمان سے تو وہ بہرہ ور تھے۔ اب حقیقتِ حال یہ ہے کہ پچاس سالہ کوششوں کے باوجود چند لاکھ کی نفری نے مرزا قادیانی کو نبی مانا اور باقی پچاس کروڑ نے اس کو دجال اور کذاب قرار دیا۔ نبی کو ماننا اسلام اور انکار کفر ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنا سبز قدم جب دنیائے اسلام میں رکھا تو یہ بہار آئی کہ وہ سارے کے سارے مرتد قرار پائے اور اسلام سے محروم ہو کر کفر میں مبتلا ہو گئے۔ صرف گنتی کے چند آدمی مسلمان باقی رہے۔ ان میں بھی غالب اکثریت بلیک مارکیٹ کرنے والوں، رشوت لینے والوں، اقرباء نوازی اور مرزائیت پروری کی قربان گاہ پر لاکھوں حقداروں کے حقوق بھینٹ چڑھانے والوں کی ہے۔ ان میں اکثر بے نماز، داڑھی مندے اور آوارہ مزاج لوگ ہیں۔ ہر قسم کی ذلیل حرکتیں کرنے والوں کا ایک لشکرِ جرار ٹھاٹھیں مارتا ہوا آپ کو نظر آئے گا۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ دنیائے اسلام کے لیے عملی طور پر مرزا قادیانی کی آمد برکت کا باعث بنی یا نحوست کا؟

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو پسند نہیں کرتی کہ مرزا قادیانی کو سچا نبی بنا کر بھیجا جائے تا کہ اسلام کے ہرے بھرے پیڑ اپنے خنک سایوں، میٹھے پھلوں رنگین اور مہکتے ہوئے پھولوں سمیت اکھاڑ کر پھینک دیے جائیں اور خاردار جھاڑیوں کے جھرمٹ پر ''گلشنِ اسلام'' کا بورڈ آویزاں کر دیا جائے، متقیوں، پرہیز گاروں، عالموں اور عاشقوں کی امت پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے اور چند زاغ صفت طالع آزما افراد کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے۔

مرزا قادیانی کے امتی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام پہنچا رہے ہیں۔ ہماری کوششوں سے یورپ میں اتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اتنے لوگوں کو ہم نے کلمہ پڑھایا۔

گزارش ہے تم تو مرزا قادیانی کو اس لیے نبی کہتے ہو کہ انہوں نے چند کافروں کو کلمہ

پڑھایا۔ہم اولیاء کے زُمرہ سے آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں لاکھوں کفار کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔خواجہ خواجگان سلطان الہند معین الحق اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لاکھوں مشرکوں کے زنار توڑے اور ان کی پیشانیوں کو بارگاہ رب العزت میں شرف سجود بخشا۔ داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفرستان میں راوی کے کنارے پر توحید کا جو پرچم گاڑا تھا، وہ آج بھی لہرا رہا ہے اور لاکھوں، خفتہ بختوں کو خواب غفلت سے جگا رہا ہے۔ مشائخ چشت رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اسلام کی جو تبلیغ کی اور جو فرشتہ صفت مرید بنائے ان کے مقابلہ میں ساری اُمت مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت پانی کے ایک قطرہ کی بھی نہیں۔ان کارہائے نمایاں کے باوجود ان حضرات نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا، نہ مہدیت کا، نہ مسیحیت کا، نہ ظلی کا، نہ بروزی کا، بلکہ اپنے آپ کو غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہا اور اسی کو اپنے لیے باعثِ صد افتخار اور موجب سعادت دارین سمجھا۔

مرزا قادیانی کو اپنی نبوت تک پہنچنے کے لیے بڑا دور کا چکر کاٹنا پڑا۔آخر کار اس کی کمندِ فکر یہاں آ کر رکی کہ یہ تو احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آئیں گے، میں کیوں نہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا شروع کر دوں تاکہ مجھے لوگ مسیح مان لیں لیکن اس میں مشکل یہ پیش آئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو زندہ ہیں، ان کی زندگی میں میں مسیح کیسے بن سکتا ہوں۔خیال آیا کہ پہلے مسیح کو مردہ ثابت کرو۔ جب وہ مردہ قرار پا گئے تو پھر میرے لیے میدان صاف ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنا سارا زور وفاتِ مسیح علیہ السلام ثابت کرنے پر لگا دیا۔

بے شک رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔

جن احادیث میں نزولِ مسیح کے متعلق تشریح کی گئی ہے، وہ اس کثرت سے مروی ہیں کہ معنوی طور پر وہ درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔آئیے آپ بھی ان احادیث کی جھلک ملاحظہ کیجیے۔

آپ کو پتہ چل جائے گا کہ نبی برحق نے کوئی مبہم پیشگوئی نہیں فرمائی۔

کسی ایسے مسیح کی آمد کی اطلاع نہیں دی جس کی پہچان نہ ہو سکے اور جس شاطر کا جی چاہے وہ آنے والا مسیح بن بیٹھے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس کا نام بتایا، اس کی والدہ کا نام بتایا، اس کے قلب سے خبردار کیا، اس وقت اور مقام کی نشاندہی کی ۔جس وقت اور جس مقام پر وہ نزول فرمائے گا جو کارہائے نمایاں وہ انجام دے گا، اس کی تفصیل بیان فرما دی اور اس کے مدفن کا بھی تعین فرما دیا اور اس کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔

CS CamScanner

اب اگر وہ احادیث صحیح ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر دی گئی ہے، تو ان تفصیلات کو بھی من وعن صحیح اور سچ تسلیم کرنا پڑے گا جو ان کے متعلق بتائی گئی ہیں اور اگر کوئی شخص ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کر دے گا تو پھر اسے ان تمام احادیث کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا جن میں ان کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ تحقیق اور انصاف کا یہ کیسا معیار ہے کہ ایک روایت کی مفید مطلب آدھی بات تو مان لی اور اسی روایت کی دیگر تفصیلات کو نظر انداز کر دیا۔

ان کثیر التعداد احادیث میں سے چند احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کیا ہے۔

پہلی حدیث جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس خدا کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم عادل حاکم کی حیثیت سے۔ پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے، اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا اور (دینداری کا یہ عالم ہوگا) کہ اپنے پروردگار کی جناب میں ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

حدیث نمبر ۲

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المظالم باب کسر الصلیب میں یہ الفاظ نقل کیے:

اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی جب تک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول نہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۳

مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج دجال کے ذکر کے بعد فرمایا:

اس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے اور نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہم السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا دشمن دجال ان کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے نمک

پانی میں پگھلتا ہے اگر آپ اس کو اپنی حالت پر ہی چھوڑ دیں تو وہ از خود پگھل کر مر جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ اپنے نیزے میں اس کا خون لگا ہوا لوگوں کو دکھائیں گے۔

حدیث نمبر ۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کہ میرے اور ان (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد درمیانہ، ان کا رنگ سرخ و سفید، دوزرد رنگ کے کپڑے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا ابھی ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے بغیر تمام ادیان کو ختم کر دے گا اور وہ (مسیح) دجال کو قتل کر دیں گے اور زمانہ میں چالیس سال قیام فرمائیں گے۔ پھر وہ وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

[ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، مسند احمد مرویات ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ]

حدیث نمبر ۵

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام اتریں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا کہ حضور تشریف لائیے اور امامت فرمائیے۔ تو آپ فرمائیں گے نہیں تم میں سے بعض دوسروں کے امیر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی تکریم کے طور پر ہے۔

[مسلم بیان نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، مسند احمد مرویات جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ]

حدیث نمبر ۶

حضرت نواس رضی اللہ عنہ بن سمعان نے دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اس اثناء میں اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم علیہا السلام کو بھیج دے گا اور وہ

دمشق کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے پروں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو یوں محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں، اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی (اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی) وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابن مریم علیہما السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور لد کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

[مسلم ذکر الدجال، ابوداؤد، کتاب الملاحم، ترمذی، ابواب الفتن]

آخر میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

حدیث نمبر ۵

نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور تاجدار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا، ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہوگا۔''

[نسائی، کتاب الجہاد مسند احمد، بسلسلہ مرویات حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ]

آپ نے ان احادیث کا مطالعہ فرمالیا۔ ان میں مسیح موعود کا حلیہ، نام، والدہ کا نام، مقام اور وقتِ نزول، آپ کے کارہائے نمایاں سب کے سب مذکور ہیں۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں، حالانکہ ہزاروں مسلمان اس نام کے موجود ہیں، اس کی والدہ کا نام بھی مریم نہیں، حالانکہ ہزاروں مسلمان عورتیں اس نام کی اب بھی ہیں اور خود قادیان میں اس نام کی کئی لڑکیاں ہوں گی۔ صلیب کو توڑنا، خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست و نابود کرنا تو کجا، میاں جی ساری عمر عیسائی حکومت کے ''جھولی چک'' بنے رہے اور اس کی خیرات پر پلتے رہے اور اس کی اسلام کُش سرگرمیوں پر تعریف و توصیف کے قصیدے لکھتے رہے ہیں ساری دنیا کو دارالسلام بنا کر جزیہ ختم کرنا تو بڑی دور کی بات، اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ قادیان کا خطہ پاکستان کا حصہ بنے۔ [بشکریہ ''قادیانیت ایک فتنہ، شاہد حمید، ناشر بک کارنر جہلم]

آداب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مفتی محمد فرقان عباس نقشبندی

دنیاوی بادشاہ اپنے درباروں کے آداب اور ان میں حاضری دینے کے قوانین خود بناتے ہیں اور اپنے مقررہ حاکموں کے ذریعے رعایا سے ان پر عمل کرواتے ہیں کہ جب ہمارے دربار میں آؤ تو اس طرح کھڑے ہو، اس طرح بات کرو، اس طرح سلامی دو، پھر جو آداب بجالاتا ہے بادشاہ کی طرف سے اس کو انعام ملتا ہے جو اس کے خلاف کرتا ہے اس کو بادشاہ کی طرف سے سزا ملتی ہے مگر ان کے یہ سارے قاعدے وقوانین صرف انسانوں پر ہی جاری ہوتے ہیں جن، فرشتے، حیوانات وغیرھا کو ان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ان پر ان کی کوئی سلطنت نہیں اور پھر یہ سارے آداب اس وقت تک رہتے ہیں جب تک بادشاہ زندہ ہے اس کی آنکھ بند ہوئی وہ دربار بھی ختم، سارے آداب بھی فنا، اب نیا دربار اور نئے قائدے۔

لیکن اس آسمان کے نیچے ایک ایسا دربار بھی ہے جس کے آداب اور جس میں حاضر ہونے کے قائدے، سلام وکلام کرنے کے طریقے خود رب تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، اپنی مخلوق کو بتائے ہیں کہ اے میرے بندو جب اس دربار میں آؤ تو ان آداب کا خیال رکھنا اور خود فرمایا کہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو تم کو سخت سزا دی جائے گی۔ پھر لطف یہ ہے کہ اب وہ شاہی دربار ہماری آنکھوں سے چھپ گیا اس کی چہل پہل ہماری نگاہوں سے غائب بھی ہو گئی، اس شہنشاہ نے ہم سے پردہ بھی فرمالیا۔ مگر اس کے آداب اب تک وہی باقی ہیں اس کی شان وشوکت اس طرح برقرار ہے، پھر اس دربار کے قوانین صرف انسانوں ہی پر جاری نہیں بلکہ وسعتِ سلطنت کا یہ حال ہے کہ فرشتے بغیر اجازت وہاں حاضر نہ ہوسکیں، جنات جھجکتے ہوئے حاضر ہوں، جانور سجدہ کریں، بے جان کنکر اور درخت کلمہ پڑھیں اور اشاروں پر گھومیں، چاند اور سورج اشاروں پر چلیں، اشارہ ابرو سے بادل آ کر برسیں اور دوسرا اشارہ پا کر بادل چھٹ جائیں، غرضیکہ ہر عرشی فرشی اس قاہر حکومت کا بندۂ بے زر ہے۔ اے مسلمانو! معلوم ہے وہ دربار کس کا ہے؟ وہ دو جہاں کے مختار، حبیب کردگار، کونین کے شہنشاہ، دارین کے مالک ومولیٰ، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ [سلطنت مصطفیٰ، ص ۴-۳]

سورہ حجرات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو چند آداب سکھائے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر ادب واحترام اور تعظیم کس انداز میں کریں۔

1. تفسیر خازن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے عید الضحیٰ کے دن سید عالم ﷺ سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں اور یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ [الحجرات:1]

یعنی تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو، نہ قول میں، نہ فعل میں کہ تقدیم کرنا رسول ﷺ کے ادب واحترام کے خلاف ہے، بارگاہ رسالت میں نیاز مندی وآداب لازم ہیں۔[خزائن العرفان]

2. ایک صحابی جن کا نام قیس بن ثابت بن شماس تھا وہ کچھ اونچا سنتے تھے جب بارگاہ رسالت میں ہوتے تو بات کرتے ہوئے ان کی آواز اونچی ہو جاتی۔ بھلا رب کو یہ کب منظور تھا کہ کوئی میرے حبیب کے حضور بلند آواز سے بولے، رب کائنات نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [الحجرات:2]

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے اور کہنے لگے میں اہل نار سے ہوں، حضور نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ان کا حال دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی ہے۔ پھر آ کر حضرت قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا

یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سارا حال خدمت اقدس میں عرض کیا تو حضور نے فرمایا کہ وہ اہل جنت سے ہیں۔ [تفسیر خازن، ج ۴، ص ۲۵۳]

یہ روایت کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی ہے۔

[صحیح بخاری، باب علامات النبوۃ فی الاسلام]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بھی صحیح بخاری میں ہے جب ان کے سامنے دو آدمیوں نے مسجد نبوی میں آوازیں بلند کیں تو آپ نے پوچھا تم کہاں سے ہو انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں تو حضرت عمر فاروق نے فرمایا:

لو کنتما من اھل البلد لا و جعتکما، ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم۔ [بخاری، ج ۱، ص ۱۰۱]

اگر تم یہاں کے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا کہ تم دونوں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آوازوں کو بلند کرتے ہوں۔

حافظ ابن کثیر نے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرمایا:

و قال العلماء یکرہ رفع الصوت عند قبرہ کما کان یکرہ فی حیاتہ لانہ محترم حیا و فی قبرہ صلوات اللّٰہ و سلامہ علیہ دائمًا [تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳۶۸]

علماء نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کے پاس آواز بلند کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حیات ظاہری میں مکروہ تھا کیونکہ ان کا احترام حیات ظاہری میں بھی ہے اور قبر انور میں بھی، اللہ تعالیٰ کا ان پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام ہو۔

جب حضور اقدس ﷺ صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے "راعنا یا رسول اللّٰہ" اس کے یہ معنی تھے کہ یا رسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے، یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوء ادب (بے ادبی) کے معنی رکھتا تھا انہوں نے اس نیت سے کہنا شروع کر دیا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا اے دشمنان خدا! تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں نے

اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا، یہود نے کہا ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں اس پر آپ رنجیدہ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی، خالق کائنات نے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْاؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ [البقرہ:۱۰۴]

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت سے بالخصوص تین باتیں معلوم ہوئیں۔

١. کہ انبیاء کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔

٢. اور فرمایا جارہا ہے کہ ہمہ تن گوش ہو جاؤ تا کہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے کہ حضور توجہ فرمائیں کیونکہ دربار نبوت کا یہی ادب ہے۔

٣. "للکفرین" میں اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے [خزائن العرفان، تحت الآیۃ المذکورہ]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بارگاہ رسالت میں کس طرح ادب واحترام کا مظاہرہ کرتے، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

١. حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کی طرف سے سفیر بن کر آئے اور حدیبیہ کے میدان سے واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آتے ہیں تو جو کچھ دربار رسالت میں دیکھا اسے کفار مکہ کے سامنے یوں بیان کرتے ہیں اے قوم اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں خدا کی قسم میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم اصحاب محمد، محمد ﷺ کی کرتے ہیں، خدا کی قسم وہ بلغم نہیں پھینکتے مگر وہ ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر گرتی ہے اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے۔

جب وہ انہیں کوئی حکم کرتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کرنے میں بہت جلدی کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی پر وہ اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ لڑ مریں گے۔

جب وہ کلام کرتے ہیں تو سب اپنی آوازوں کو پست کر لیتے ہیں اوان کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے کوئی ان کی طرف تیز نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔

[صحیح بخاری، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب]

۲ (غزوہ احد سے واپسی پر) رسول اللہ ﷺ کا گزر قبیلہ بنی دینار کی ایک عورت کے پاس سے ہوا، غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اس کا شوہر بھائی اور باپ شہید ہو گئے تھے، جب اسے لوگوں نے اس بات کی خبر دی (کہ تیرا شوہر، باپ اور بھائی شہید ہو گئے ہیں) تو اس نے کہا (یہ بات چھوڑو مجھے یہ بتاؤ) کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ اے ام فلاں! وہ الحمدللہ ٹھیک ہیں جیسا تم چاہتی ہو وہ کہنے لگی مجھے ان کی زیارت کراؤ، لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا اس نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور کہا ''کُلُّ مصیبة بعدك جَلَلٌ'' آپ سلامت ہیں تو ساری مصیبتیں ہیچ ہیں۔ [الشفاء، الفصل الثالث عن السلف والآئمہ]

۳ مقام صہبا میں حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی سورج ڈوب رہا تھا اگر بیدار کرتے تو نیند میں خلل آتا ہے اور اگر بیدار نہیں کرتے تو نماز عصر قضا ہو جائے گی بالآخر حضرت علی نے نماز عصر حضور کی نیند پر قربان کر دی سورج ڈوب گیا جب حضور بیدار ہوئے تو پوچھا علی نماز عصر ادا کر لی؟ عرض کیا نہیں، رسول اللہ ﷺ نے دعا کی:

اللهم انه كان فی طاعتك و طاعة رسولك فارددعليه الشمس [المواہب اللدنیہ، القسم الثالث]

اے اللہ! بے شک یہ تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری میں تھا لہٰذا سورج کو لوٹا دے، سورج واپس لوٹ آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی، پھر سورج ڈوب گیا۔

۴ ہجرت کی رات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں رسول اللہ ﷺ پر اپنی جان نچھاور کر دی، حضور حضرت ابوبکر صدیق کی گود میں سر رکھ کر سو گئے ابھی حضور آرام فرما ہی رہے تھے کہ سوراخ کے اندر سے سانپ نے صدیق اکبر کے پاؤں پر ڈس لیا مگر آپ نے حرکت نہ کی اور اسی طرح بیٹھے رہے کہ حضور ﷺ کی آنکھ نہ کھل جائے مگر

سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ اقدس پر گرے اور آپ کی آنکھ کھل گئی اور دریافت فرمایا کہ ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کی "لُدِغتُ فداك ابی و امی" میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے حضور نے اپنا لعاب دہن ان کے زخم پر لگایا تو فوراً تکلیف جاتی رہی۔[مشکوٰۃ، مناقب ابی بکر، الفصل الثانی]

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے ان آخری دونوں واقعات کو بڑے خوبصورت انداز میں ان اشعار کے اندر بیان کیا ہے فرماتے ہیں:

مولا علی رضی اللہ عنہ نے واری تیری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر جو سب سے اعلیٰ خطر کی ہے
صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظ جان تو جان فروض غرر کی ہے
ہاں تو نے انہیں جان، انہیں پھیر دی نماز
پر وہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں۔
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

۵ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوہ بدر والے دن میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا میری نظر دائیں بائیں پڑی تو میں نے دیکھا کہ میرے دائیں بائیں دو کمسن لڑکے (معاذ اور معوذ) کھڑے ہیں میں نے تمنا کی کہ کاش میں ان سے زیادہ طاقتوروں کے درمیان ہوتا، ان میں سے ایک نے میری طرف توجہ کی اور مجھ سے پوچھا اے چچا جان کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں بھتیجے (مگر) تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ وہ لڑکا کہنے لگا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کسی کو موت نہ آ جائے۔

قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوا دوسرے نے بھی میری طرف متوجہ ہو کر یہی کہا، میں نے ابوجہل کی نشاندہی کی تو وہ دونوں جلدی سے اس پر تلوار سے جھپٹے اور اسے قتل کر دیا پھر وہ دونوں رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اس کے بارے میں بتایا رسول اللہ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ دونوں نے کہا میں نے اسے قتل کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا تو فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔ [ملخص، بخاری و مسلم]

۶ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والے کو قتل کر دیا کہ جو میرے نبی کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرتی ہے۔

قرآن عزیز کی متعدد آیات، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے ایمان افروز واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناموس مصطفیٰ کی حفاظت سنت الہیہ بھی ہے اور سنت صحابہ بھی، ہر دور میں اہل ایمان نے اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے پورا فرمایا ہے جب بھی منافقین اور "عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ" کے مصداق لوگوں نے ناموس رسالت، ناموس صحابہ و اہلبیت اور دینی اقدار و شعائر پر حملہ کیا انہیں منہ کی کھانا پڑی اور ان کا قلع قمع کیا گیا۔ آج بھی جب کہیں ایسی گستاخی سامنے آتی ہے تو ہر مسلمان جذباتی ہو جاتا ہے کچھ نام نہاد دانشور اور سکالر اسے اچھا نہیں سمجھتے، وہ اسے روشن خیالی کا نام دیتے ہیں اور کبھی آزادی اظہار رائے کا سہارا لیتے ہیں، تحفظ ناموس رسالت ہر مسلمان پر فرض ہے عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام مالک سے گستاخ رسول کے بارے میں پوچھا تو امام مالک غضب ناک ہوئے اور فرمایا یا امیر المؤمنین!

مابقاء الامة بعد شتم نبيها

اے امیر المؤمنین! توہین نبوی ﷺ کے بعد امت کی بقاء کا کیا معنی؟

یعنی اگر امت نے باقی اور زندہ رہنا ہے تو گستاخ کو ختم ہونا چاہیے کیونکہ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
کہ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

مسلمانوں اور قادیانیوں کے قبرستان پر سائنسی رپورٹ

عرفان محمود برق

یہ ۱۹۹۹ء کی بات ہے کہ جب میں قادیانیت کو نجات دہندہ سمجھتا تھا۔ مجھے قادیانیوں کے جنازے کے ساتھ قادیانی قبرستان بمقام ہاونڈ و گجر ضلع لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ قادیانی قبرستان میں کھڑا میں یہ دیکھ کر اچانک چونک پڑا کہ جس قبر میں قادیانی مردے کو دفن کرنا تھا اس کی گہرائی صرف ڈیڑھ دو فٹ تھی۔ حالانکہ قادیانی مردہ قد کاٹ کے اعتبار سے کافی جسیم تھا۔ قادیانی مردے کی اس قبر کے ساتھ مزید چار پانچ خالی قبریں بھی ڈیڑھ دو فٹ گہری پہلے سے ہی کھدی ہوئی تھیں جن کا پیٹ ابھی مزید قادیانی مردوں نے بھرنا تھا۔ آخر ان میں سے ایک ڈیڑھ دو فٹ گہری قبر میں قادیانی مردے کو دفن کر دیا گیا۔ واپسی پر تمام راستے میرے آئینہ ذہن پر یہی بات گردش کرتی رہی کہ جب قادیانی خود کو صحیح مسلمان کہتے ہیں تو پھر ان کی قبروں کی نوعیت اسلامی احکام کے بالکل برعکس اور مسلمانوں کی قبروں سے بالکل جدا کیوں ہے۔ جب میں نے قادیانی مربیان (قادیانی پوپ) سے اس بارے مین استفسار کیا تو بجائے اس کہ وہ اپنے اس عمل کی حجیت پر قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش کرتا یا شکستہ خاطر ہوتا بلکہ انہوں نے ایک ہی جواب میں یہ اعتراض رفع کرنے کی کوشش کی جس کا مفہوم یوں تھا!!

یہ آستانِ یار ہے صحن حرم نہیں
جب رکھ دیا ہے سر تو اٹھانا نہ چاہیے

یعنی جب قادیانیت کو ہم نے قبول کر لیا ہے تو چاہے کچھ بھی ہو اس پر ہم نے اعتراض نہیں کرنا۔ لیکن الحمدللہ خدائے لم یزل کی رحمت بے پایاں نے جہاں مجھ پر قیادیانیت کے دوسرے منفی پہلو آشکار کیے وہاں اس بات کو بھی میرے قبول اسلام کی وجہ بنا دیا۔ قبروں کی گہرائی کے متعلق اس مسئلے میں جو میں نے اسلام اور سائنس کے حوالے سے ریسرچ کی وہ پیش قارئین ہے۔

CamScanner

مسلم قبروں کی گہرائی

عام طور پر مسلمانوں کی قبروں کی گہرائی کا اندازہ اوسطاً آدمی کی ناف سے اوپر چھاتی کے برابر رکھا جاتا ہے (جو کم و بیش ۴ تا ۵ فٹ ہوا کرتا ہے) لیکن قد سے زیادہ نہ ہو۔ [درمختار]

اسلام میں قبر کی سائینٹیفک ٹیکنالوجی

ماڈرن سائنس نے جب قبروں کی گہرائی کے متعلق ریسرچ کی تو یہ سامنے آیا کہ:

قبر کی صحیح گہرائی وہی ہے جو اسلام نے متعین کی ہے۔ قادیانیوں کی قبروں کی گہرائی قبرستان کے گردنواح کے لوگوں کی صحت کی قاتل ہے۔ ڈیڑھ دوفٹ گہری قبر اپنے اندر سے صحت شکن گیس خارج کرتی ہے جس سے قبرستان کے باہر لوگ نہایت ہی مہلک بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔

ٹیکسٹ آف پریونیٹو اور سوشل میڈیسن

ٹیکسٹ آف پریونیٹو اور سوشل میڈیسن میں ڈاکٹر سیل نے واضح کیا ہے کہ:

قبر کو بلحاظ عمر ۱۲ سال سے ۴ تا ۷ فٹ لمبی اور ۲ تا ۴ فٹ چوڑی اور ۳ تا ۵ فٹ گہری ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ تین فٹ سے اوپر زمین کی سطح پر خورد بینی اجسام (Soil bacteria) کا زور رہتا ہے جس کے عمل سے زمین کے مسامات سے گیس خارج ہو کر درندوں اور جانوروں کو مردے زمین سے نکال لینے کی ترغیب ہوتی ہے۔ اس سے کم قبر کی گہرائی بارش کے پانی کو بھی متاثر کرتی ہے اور زیادہ گہرائی بھی بعض آٹھ فٹ سے زیادہ پر زمین میں پانی کے جھرے متاثر ہوجاتے ہیں۔ اس لیے اوسطاً قبر کی گہرائی تین تا پانچ فٹ ہونی چاہیے۔

[بحوالہ ڈسپوزل آف دی ڈیڈ باڈی سوشل میڈیسن]

تمام قیادیانی اسلام و سائنس کے برعکس اپنے نظریات و اعمال کی زد میں اس قدر بہہ نکلے ہیں کہ مہد سے لے کر لحد تک اسی طرح کی روشوں پر چلتے نظر آتے ہیں۔ دراصل مرزا قادیانی کی ساری زندگی خلاف اسلام منفی عادات و نظریات کی گردانگی رہی جس سے اس کی

امت کی رگوں میں دوڑنے والے خون میں بھی اس کے اثرات شامل ہو گئے جنہوں نے قبر میں اترنے تک بھی قادیانیوں کا ساتھ نہ چھوڑا اوران کے ہر گوشہ حیات کو خاک آلود کیا۔

انتہائی لمحہ فکریہ اور غمناک بات یہ ہے کہ قادیانیوں مرزا قادیانی کے اسلام وسائنس کے خلاف اعمال ونظریات کو صرف اپنے تلک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ سیدھے سادھے مسلمانوں کو بھی اس زہر کے انجیکشن لگانا شروع کر دیئے اور تقریباً سو سال سے اب تک مسلسل لگاتے چلے آرہے ہیں۔ ہر قادیانی کو ان کے موجودہ خلیفہ مرزا مسرور احمد قادیانی کی طرف سے یہ آرڈر ہے کہ اس نے ایک سال میں کم سے کم پانچ یا دس مسلمانوں کو مرزائی بنانا ہے۔اس بھیانک مشن کو ''دعوت الی اللہ کی تحریک'' کا نام دیا گیا ہے یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ جو اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لے گا اسے مخلص احمدی (قادیانی) نہیں کہا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قادیانی بچے سے لے کر بوڑھے تک اور بچی سے لے کر بوڑھیا تک تمام کے تمام مرزا مسرور احمد قادیانی کے اس حکم کی عملی پیروی پر جُتے ہوئے ہیں۔ قادیانی افسر اپنے ماتحت مسلم حکام کو، قادیانی استاد اپنے شاگردوں کو، قادیانی دوست اپنے ساتھیوں کو، قادیانی ڈاکٹر اپنے مریضوں کو، قادیانی دوکاندار اپنے گاہکوں کو، قادیانی مالک مکان اپنے کرائے داروں کو اور قادیانی گھرانہ اپنے محلہ داروں کو قادیانیت کی دعوت وتبلیغ کرتا ہے اور ہر سال بیشمار مسلمانوں کو مرتد بنا دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے سینوں سے غیرت رسول ﷺ کو اچکنے کے لیے ہر قادیانی کو مکمل ٹریننگ کے عمل سے گزارا جاتا ہے اور اسے ایمانیات کے گوہروں پر ڈاکہ زنی کرنے کے فن و ہنر سے ہر طرح کی آگاہی بخشی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو ارتداد کی موت مارنے کے لیے قادیانی جن ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہیں۔ان میں زن، زمین، اور زر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ زیادہ تر اسی لالچ کے جال میں سادہ لوح مسلمانوں کو پھنسا کر ارتداد کی دودھاری تلوار سے ذبح کر دیا جاتا ہے۔

لٹیروں نے جنگل میں شمع جلا دی
مسافر یہ سمجھا کہ منزل یہی ہے

اسلام کی اس متاع کو لوٹنے کے لیے صرف پاکستان میں ہر سال اربوں روپے کی رقم خرچ کی جاتی ہے جب کہ دوسرے ممالک اور شہروں امریکہ، ہندوستان، جرمنی، ہانگ کانگ، تھائی لینڈ، فرانس، انڈونیشیاء، ملائیشیاء، لائبریا، ایتھوپیا، کینیا، روس اور اری ٹیریا وغیرہ میں تو کوئی شمار ہی نہیں قادیانی مختلف زبانوں میں اپنا کفریہ لٹریچر پوری دنیا میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ جس پر روزانہ لاکھوں کروڑوں روپے کی لاگت آتی ہے۔ اب تک تقریباً ۲۱۳ زبانوں

میں مرزا قادیانی اور اس کے خلفاء کی کتابوں کے تراجم کروائے جا چکے ہیں۔ ان کتابوں میں مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ، اس کی بدکردار بیویوں کو امہات المؤمنین، اس کے بدکردار خلفاء کو خلفائے راشدین، اس کے غلیظ ساتھیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس کی گستاخ آمیز باتوں کو وحی اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ لکھا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

قادیانی خدا تعالیٰ کے مقدس کلام قرآن مجید پر اپنے ہاتھ صاف کر رہے ہیں۔ اب تک انہوں نے قرآن پاک کا ۱۲۴ زبانوں میں ترجمہ کروایا ہے۔ یہ تمام تراجم ان کے غلیظ شہر چناب نگر (سابقہ ربوہ) کی خلافت لائبریری میں رکھے ہوئے ہیں۔ جو راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ قرآن پاک میں تحریف و تبدل کے طوفان اس طریقے سے اٹھائے جا رہے ہیں کہ ان تراجم میں مرزا قادیانی کو ختم نبوت کے تاج کا حقدار ثابت کیا گیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ لکھا گیا ہے، جہاد کے ختم ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ کی شان مبارکہ میں اترنے والی مقدس آیات کا مصداق مرزا قادیانی کو کہا گیا ہے۔ لہٰذا اس ترجمے سے نہ تو خدا کی صداقت بچتی ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت۔

کسی ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح فرمایا تھا:

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اس وقت تک قائم رہتی ہے۔ جب تک وجہ تخلیق کائنات حضور اکرم ﷺ کی نبوت قائم ہے۔

لمحہ فکریہ ہمارا یہ خیال ہے کہ ہم بے حسی کا مجسمہ بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ ختم نبوت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ اور اسلام کی لٹتی ہوئی نگری کو بچانے کے لیے ہم نے کیا کیا۔ وہ دین جسے تاجدار ختم نبوت ﷺ نے اپنا خونِ جگر دے کر پروان چڑھایا تھا، جس کی خاطر پتھر کھائے، بھوک برداشت کی، مصائب و تکالیف کاٹیں۔ جس کے دفاع کے لیے ہزاروں صحابہ کرام کو شہادت کا جام پینا پڑا اور جس کے تحفظ کی خاطر لاکھوں افرادِ امت کو موت کے گھاٹ اُترنا پڑا۔ آج اس دین کو قادیانی درندے بڑی بری طرح زخمی کر رہے ہیں، اسے مسلم سینوں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اور اس کے سنہری لباس کو تار تار کر رہے ہیں۔ لیکن ہم بت بنے بیٹھے ہیں۔ ہم نے اپنی مساجد کے منبروں سے لے کر نجی محفلوں تک تمام جگہوں پر اسلام کے سب سے اہم مسئلے اور مرکز ''ختم نبوت'' کا ڈنکا بجانا چھوڑ دیا ہے، ہم فتنہ قادیانیت سے عوام کو آگاہ کرنا بھول چکے ہیں، ہم نے وہ قلم توڑ دیا ہے جس کی طاقت سے مرزائیت کچل کر قیمہ بن جاتی ہے اور اس پر طرہ یہ ہے کہ ہمارے اسلامی اخبارات و جرائد تک اس معاملہ میں شہر خاموش کا روپ دھار چکے ہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنی دور اندیشی سے یہی رویا کرتے تھے اور خوب رویا کرتے تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

آج تو ہم لوگ زندہ ہیں جو لوگوں کے ایمانوں کی دولت قادیانی چوروں ڈاکوؤں سے بچاتے ہیں اور انہیں ان کے کفریات سے آگاہ کرتے ہیں۔لیکن کل جب ہم لوگ زندہ نہ ہوں گے اور مسلمانوں کو اس فتنے سے آگاہ کرنے والے باغیرت لوگ بھی نہ ہونے کے برابر ہوں گے۔تو اس وقت رسول اللہ ﷺ پر کیا بیتے گی۔آپ ﷺ اپنی قبر انور میں کس قدر پریشان اور رنجیدہ ہوں گے۔

اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ سے ناطہ ہے، رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہے، کتاب اللہ سے واسطہ ہے تو بتائیے ہم نے اللہ تعالیٰ، اس کے پیارے رسول معظم ﷺ اور اس کی کتاب مقدس کے دشمنوں، قادیانیوں کے خلاف کیا کام کیا؟ کیا جدوجہد کی؟ کیا آواز اٹھائی؟

مسلمانو!! اگر ہمیں ہلکی سی چوٹ لگ جائے اور تھوڑا سا خون بہہ نکلے تو پورے جسم میں ارتعاش کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔دماغ کے اُفق پر پریشانی کے بادل چھا جاتے ہیں، چہرے پر تشویش کا رنگ صاف دکھائی دیتا ہے، آنکھوں کے سامنے غم کے بگولے محوِ رقص لگتے ہیں، پاؤں فوراً ڈاکٹر کی طرف بھاگتے ہیں۔زبان بے تکان بولتے ہوئے ڈاکٹر کو سارا قصہ غم سناتی ہے۔اکھڑتی ہوئی سانسیں اور چہرے سے ٹپکتی پریشانی ڈاکٹر کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی بھرپور کوششیں کرتی ہیں۔ڈاکٹر فوراً مرہم پٹی کا اہتمام کرتا ہے، انجیکشن لگاتا ہے، دوائی دیتا ہے اور پھر کندھوں پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے تسلی و تشفی کے کلمات ادا کرتا ہے۔تب کہیں جا کر جان میں جان آتی ہے۔

لیکن دوستو!! تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزائی اُمت نے ایک بھیانک سازش کے تحت اسلام کے سر میں ارتداد کا تیز کلہاڑا دے مارا ہے، جس سے چہرہ اسلام اور جسم اسلام لہولہان ہے۔

سوچئے کہ اسلام کو اس مظلوم حالت میں دیکھ کر کبھی ہمارے دل پر چوٹ لگی؟ کبھی ہمارے جگر میں چبھن ہوئی؟ کبھی ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے گرے؟ کبھی ہمارا سر

چکرایا؟ کبھی ہمارا دماغ مجروح ہوا؟ کبھی ہمارے اعصاب مضطرب ہوئے؟ کبھی ہمارے ہاتھ کلہاڑے کی طرف بڑھے؟ اتنے بڑے سانحے پر کبھی ہماری زبان نے احتجاج کیا؟

آؤ سوچیں، فکر کریں، خود کو پرکھیں اور کھنگالیں کہ ہم کتنے بے حس ہیں؟ ہم کتنے خود پرست ہیں؟ اپنے جسم پر ہلکی سی چوٹ پر اتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں لیکن اسلام کے لہولہان چہرے کو دیکھ کر قبرستان کی خاموشی۔ ہائے اسلام سے یہ بے وفائی، بے رخی اور بے اعتنائی ہمیں کہاں لے جا رہی ہے اور کہاں لے جائے گی۔

پوچھ رہی ہے یہ جرس، اہل جنوں کو کیا ہوا
دیکھ رہی ہے، رہ گزر، اہل وفا کدھر گئے

اے مسلمانو!! یاد رکھنا اگر ہم آج بھی بیدار نہ ہوئے!!! اگر ایسی سنگین صورت حال کے باوجود ہم نے دین محمدی ﷺ کے اردگرد فصلیں قائم نہ کیں، اگر اب بھی ہم لوگ قادیانی مرتدوں کے خلاف محاذ آرا نہ ہوئے اور یوں ہی خواب خرگوش کے مزے لوٹتے رہے تو قریب ہے کہ قہر خداوندی ہم پر ٹوٹ پڑے، ہماری نسلیں برباد کر دی جائیں، آسمانی بجلیاں ہمیں جلا کر خاکستر کر دیں اور ایسی ہوائیں چلیں جو ہم سب کو اس زور سے پٹخ پٹخ کر ماریں کہ ہمارے چیتھڑے اُڑ جائیں۔

دیکھنا یہ حبس کا عالم رہا تو ایک دن
اک بگولا آئے گا سب کچھ اڑا لے جائے گا

میری دعا ہے کہ خدا ہم سب کو ایسے برے وقت سے بچائے، حضور پرنور جان عالم ﷺ کی عزت و ناموس اور تاج ختم نبوت کی حفاظت کرنے کی توفیق بخشے، شمع اسلام کا پروانہ بنائے اور غیرت صدیقی سے نوازتے ہوئے ہمیں ایسا آتش فشاں بنا دے جو تمام قادیانیت پر پھٹ کر اُسے ریزہ ریزہ کر دے۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا! مجھے صاحب جنوں کر دے

تا کہ کل مرتے وقت ہم بھی اہل دنیا کے سامنے سربلندی سے یہ کہہ سکیں۔

لحد میں عشق رخِ شاہ ﷺ کا داغ لے کر چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کر چلے

❀❀❀

CS CamScanner

صاحبان قلم متوجہ ہوں

المنتھی: اہل قلم کو مقالہ نویسی کی دعوت پیش کرتا ہے۔

تحریر واضح، بامقصد معیاری، غیر متشدد اور منتخب موضوع

(ختم نبوت ورد قادیانیت) کے مطابق ہو۔

اپنے مضامین کمپوز کروا کے ارسال کریں نیز مضمون کی

سافٹ کاپی بھی دیے گئے ای میل ایڈریس پر بھیجی جائے۔

دار العلوم جامعہ رحمت

قائد اعظم ٹاؤن، صادق چوک، ٹاؤن شپ، لاہور

ikramullah7034@gmail.com

farooqi4156@outlook.com

CamScanner